قرآن اور مستشرقین

بسلسلہ : تحریکِ استشراق: ایک تعارف (۳)

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

ریجس بلاشیر Regis Blacher (۱۹۰۰۔۱۹۷۳ء)

ریجس بلاشیر Regis Blacher (۱۹۰۰۔۱۹۷۳ء) ایک فرانسیسی مستشرق ہے۔ سار بونے یونیورسٹی‘ فرانس میں عربی زبان وادب کا استاذ جبکہ یونیورسٹی آف پیرس میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز کا ڈائریکٹر رہا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں The Quran کے نام سے کتاب شائع کی۔ اس نے Introduction au Coran کے نام سے فرانسیسی زبان میں قرآن مجید کا ایک مقدمہ بھی مرتب کیا۔ ۱۹۴۹۔۱۹۷۷ء کے دوران The Koran: Translation as a test for reclassification of suras کے نام سے بھی فرانسیسی میں ترجمہ قرآن شائع کیا‘ جس میں اس نے اپنے تئیں قرآن مجید کی سورتوں کو ترتیب نزولی کے اعتبار سے جمع کیا ہے۔ سیرت کا ایک ناقدانہ جائزہ اپنی کتاب The Problem of Muhammad test critical biography of the founder of Islam میں لیا۔ علاوہ ازیں عربی ادب کی تاریخ پر تین جلدوں میں History of Arabic Litrature کے نام سے بھی ایک کتاب مرتب کی۔

بلاشیر کی کتاب Introduction au Coran سات فصول پر مشتمل ہے اور عربی زبان میں اس کا ترجمہ رضا سعادۃ نے کیا ہے جو دار الکتاب اللبنانی‘ بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔ اس رسالے کی پہلی فصل مصحف کی جمع وتدوین کے بارے ہے۔ بلاشیر کا خیال ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ پر یہودیت کا بہت اثر تھا اور آپ ان کی طرح اپنے دین کے لیے ایک کتاب مرتب کرنا چاہتے تھے‘ لہٰذا آپ نے اپنے متبعین کے لیے ایک کتاب تیار کی‘ جس کی حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان ؓ کے دور میں نظر ثانی (revision) کی گئی۔ اس فصل میں اس نے قراءاتِ قرآنیہ پر بھی نقد کی ہے اور اس کے بقول قرآن کی نص (text) کے آسمانی ہونے کی نفی قراءات (variant readings of the Quran) سے بھی ہوتی ہے۔ دوسری فصل کا موضوع قرآن کا مکی پیغام ہے۔ اس بحث کے تحت اس نے مکی سورتوں کی خصوصیات اور اسالیب کلام پر گفتگو کی ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ مکی قرآن کے مضامین وہی ہیں جو وحی کے نزول سے پہلے آپ کے غارِ حرا کے غور وفکر میں نمایاں تھے اور گویا غارِ حرا کے انہی افکار نے شدت کی حالت میں آپ کی زبان پر ایک کلام کی صورت اختیار کر لی۔ من جملہ اس کا کہنا یہ ہے کہ مکی قرآن اپنے پیغام کے اعتبار سے مضطرب (confused) ہے۔ تیسری فصل کا عنوان مدنی قرآن ہے

اور یہ ۲۴ سورتوں پر مشتمل ہے۔ چوتھی فصل کا موضوع علومِ قرآن ہے جس میں اس نے لغات القرآن' نحوالقرآن' قراءاتِ قرآنیہ اور بلاغت قرآن وغیرہ پر گفتگو کی ہے۔ پانچویں فصل تفسیرِ قرآنی' اصولِ تفسیر اور تفسیر کے مقاصد واہداف کے بارے میں ہے۔ اس موضوع کے تحت اس نے تفسیرِ لفظی' تاویل' مشہور مفسرین اور ان کی کتب تفسیر پر بحث کی ہے۔ چھٹی فصل مصادرِ اسلام کے بارے میں ہے۔ اس میں قرآن' سنت' اجماع' قیاس اور اجتہاد وغیرہ کے بارے میں اس نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے اور قرآن کے مصدرِ شریعت ہونے کی بحث پر گفتگو کی ہے۔ ساتویں فصل میں قرآن مجید کے مسلم معاشروں میں مقام اور اسلامی طرزِ حیات میں اہمیت کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ بلاشیر کا یہ مقدمہ قرآن مجید اور اسلام پر الزامات واعتراضات سے بھرا پڑا ہے' جیسا کہ اس نے پہلی فصل میں قرآن مجید پر یہ طعن کیا ہے کہ اس کا اسلوبِ کلام فکری الجھن (intellectual confusion) کا شکار ہے اور یہی اعتراض یہودی مستشرق گولڈ زیہر (۱۸۵۰۔۱۹۲۱ء) کا بھی ہے۔ دوسری اور تیسری فصل میں بلاشیر نے مکی سورتوں میں احوالِ قیامت کے مضامین پر ارتکاز کی توجیہہ یہ بیان کی ہے کہ یہ محمد ﷺ کی ان موضوعات پر سوچ و بچار کی شدت ہے جس نے تخیل سے کلام کی صورت اختیار کر لی' جیسا کہ ایک شاعر اپنے جذبات واحساسات اور ایک فلسفی اپنے فکر و نظر کو الفاظ کا جامہ پہنا دیتا ہے۔ بلاشیر کا یہ اعتراض وہی ہے جو اس سے پہلے فرانسیسی مستشرق پال کازانووا Paul Casanova (۱۸۶۱۔۱۹۲۶ء) کر چکا ہے۔ مصنف گولڈ زیہر اور کازانووا کے علاوہ نولڈ کے (۱۸۳۶۔۱۹۳۰ء) سے بھی متاثر ہے۔

آرتھر جان آربری Arthur John Arberry (۱۹۰۵۔۱۹۶۹ء)

آرتھر جان آربری Arthur John Arberry کی پیدائش ۱۲ مئی ۱۹۰۵ء کو برطانیہ میں ہوئی۔ اس کی شہرت کی وجہ اس کا انگریزی ترجمہ قرآن 'The Koran Interpreted' بنا۔[1] قاہرہ یونیورسٹی' مصر میں کلاسیکیات میں ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ رہا ہے۔ بعد ازاں انڈیا آفس لائبریری' لندن میں اسسٹنٹ لائبریرین کے طور پر ملازمت کی۔ دوسری جنگ عظیم میں منسٹری آف انفارمیشن سے وابستہ ہو گیا۔ ۱۹۴۴ء میں اسے یونیورسٹی آف لندن میں School of Oriental and African Studies (SOAS) میں فارسی زبان کا چیئر پرسن مقرر کیا گیا۔ ۱۹۴۷ء میں کیمبرج یونیورسٹی میں عربی زبان میں Sir Thomas Adams' Professor بن گیا۔ مولانا روم اور علامہ اقبال رحمہما اللہ کے فارسی کلام کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ ۹۰ کے قریب اس کی تصنیفات ہیں۔ اس کا ترجمہ قرآن پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا اور مستشرقین کے انگریزی تراجم میں تاحال سب سے زیادہ مستند' رواں' ادبی اور مقبولِ عام ترجمہ شمار ہوتا ہے۔ شاہ ایران نے فارسی زبان میں اس کی خدمات پر اسے اعلیٰ ترین انعام 'نشانِ دانش' دیا۔ اسے قاہرہ اور دمشق میں عربی زبان کی مجمعات کی رکنیت بھی حاصل رہی ہے۔

آربری نے اپنے ترجمہ قرآن میں ادبی اسلوب یعنی ولیم شیکسپیئر William Shakespeare (۱۵۶۴۔۱۶۱۶ء) کی زبان کو استعمال کیا ہے۔ آربری کے ترجمہ قرآن کی کچھ امتیازات ہیں اور کچھ نقائص۔

مثلاً آربری نے اپنے ترجمہ قرآن کا نام 'مفسر قرآن' (The Koran Interpreted) رکھا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ترجمہ قرآن' خود قرآن مجید نہیں ہے' جبکہ آربری کے پیش رو جارج سیل (George Sale) (۱۶۹۷ء-۱۷۳۶ء) نے اپنے ترجمہ قرآن کا نام 'القرآن' (Koran) رکھا تھا۔ آربری نے سورۂ یوسف میں لفظ 'اَحلام' کا ترجمہ خواب (dreams) کی بجائے خوفناک خواب (nightmares) کیا ہے جو مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح سورۃ الواقعہ کا ترجمہ 'Terror' کیا ہے' جبکہ صحیح ترجمہ 'The Inevitable Event' تھا۔ (۲) جارج سیل اور آرتھر جان آربری کے تراجم قرآن کے خصائص وعیوب پر ڈاکٹر حسن سعید غزالہ کا کتابچہ 'أسالیب المستشرقین فی ترجمة معانی القرآن الکریم دراسة أسلوبیة لترجمتی سیل وآربری لمعانی لقرآن الکریم إلی الإنجلیزیة' ایک عمدہ تحریر ہے۔

ایڈورڈ وینز برف John Edward Wansbrough (۱۹۲۸ء-۲۰۰۲ء)

امریکن مستشرق جان ایڈورڈ وینز برف John Edward Wansbrough ۱۹ فروری ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوا۔ اس نے اپنی تعلیم ہارورڈ یونیورسٹی سے مکمل کی اور یونیورسٹی آف لندن میں School of Oriental and African Studies (SOAS) میں تاریخ کا مضمون پڑھاتا رہا۔ قرآن مجید پر اس کی کتاب Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation ۱۹۷۷ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کی۔ یہ کتاب چار فصول پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل کا موضوع وحی اور شریعت (Revelation and Canon) ہے۔ دوسری فصل علاماتِ نبوت (Emblems of Prophethood) اور تیسری فصل قدیم عربی زبان کے مصادر (Origins of Classical Arabic) پر مشتمل ہے۔ آخری فصل کا عنوان اصول تفسیر (Principles of Exegesis) ہے۔ پہلی فصل میں اس نے یہ بحث کی ہے کہ قرآن مجید کے بعض الفاظ مثلاً ابراہیمؑ عادؑ ثمود وغیرہ کا مصدر تورات اور انجیل ہیں۔ قرآن مجید میں تحریف کا قائل ہے اور قراءاتِ قرآنیہ کو قرآن مجید میں مسلمانوں کے باہمی اختلاف کا نام دیتا ہے۔ اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ بعض قراءات غیر عربی ہیں اور زبان کے اصول وضوابط سے مطابقت (صرف ونحو) کے اعتبار سے انجیل قرآن مجید سے افضل ہے۔ قرآن مجید کو اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتی تصنیف قرار دیتا ہے اور اس میں موضوعات کے تکرار کو ہدفِ تنقید بناتا ہے۔ دوسری فصل میں قرآن مجید کے اعجاز کے پہلو پر گفتگو کی ہے' جبکہ تیسری فصل جاہلی دور کی عربی زبان کے اصول وضوابط کے بارے میں ہے۔ چوتھی فصل میں قرآن مجید کی تفسیر کی اقسام بیان کی ہیں' جو اس کے نزدیک پانچ قسم پر مشتمل ہے' جو درج ذیل ہیں:

1- Haggadic Exegesis (قصصی تفسیر)
2- Deutungsbediirftigkeit (موضوعی تفسیر)
3- Halakhic Exegesis (لغوی تفسیر)
4- Masoretic Exegesis (بیانی وبلاغی تفسیر)
5- Rhetoric and Allegory (مجازی واستعاری تفسیر) (۳)

ولیم منٹگمری واٹ William Montgomery Watt (۱۹۰۹ـ۲۰۰۶ء)

ولیم منٹگمری واٹ William Montgomery Watt (۱۹۰۹ـ۲۰۰۶ء) بھی ایک برطانوی مستشرق تھا۔ رچرڈ بیل کی طرح اس کا تعلق بھی بطور استاذ علوم اسلامیہ اور عربی زبان' یونیورسٹی آف ایڈنبرگ سے رہا ہے۔ قرآن مجید پر اس کا ایک مقدمہ Introduction to the Quran کے نام سے ہے جو ۱۹۷۷ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ اس کی دیگر معروف کتب میں سیرت پر دو کتابیں Muhammad at Mecca اور Muhammad at Medina ہیں جو بالترتیب ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ کتب میں Islamic Philosophy and Theology اور Islamic Political Thought شامل ہیں۔ منٹگمری واٹ کو The Last Orientalist کا ٹائٹل بھی دیا گیا۔

قرآن مجید پر مقدمہ کو منٹگمری واٹ نے گیارہ فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی فصل میں مصنف نے جزیرہ عرب کے تاریخی سیاق (Historical Context) کو بیان کیا ہے۔ دوسری فصل میں اللہ کے رسول ﷺ کے تجربۂ نبوت (Prophetic Experience) کے بارے میں اپنا موقف نقل کیا ہے۔ تیسری فصل نص قرآنی کی تاریخ (The History of the Text of the Quran) جبکہ چوتھی شکل قرآن (The External Form of the Quran) کے بارے میں بحث کرتی ہے۔ پانچویں فصل اسلوبِ قرآن کے امتیازات (The Features of Quranic Style) اور چھٹی فصل تشکیل قرآن (The Shaping of the Quran) کے موضوع پر ہے۔ ساتویں فصل قرآن مجید کی ترتیب زمانی (The Chronology of the Quran) اور آٹھویں قرآن حکیم کے ناموں (The Names of the Revealed Message) کے بارے ہے۔ نویں فصل قرآن مجید کے تفسیری رجحانات (The Doctrines of the Quran) اور دسویں قرآن حکیم اور مسلمان علماء (Muslim Scholarship and the Quran) کے موضوع پر ہے۔ گیارہویں فصل قرآن مجید اور مغربی اسکالرز (The Quran and Occidental Scholarship) کے بارے میں ہے۔

جان برٹن John Burton (۱۹۲۹ء)

جان برٹن ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوا اور یونیورسٹی آف ایڈنبرگ میں عربی زبان کا استاذ رہا ہے۔ اس نے جمع قرآن پر The Collection of the Quran کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے جسے کیمبرج یونیورسٹی پریس نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔ کتاب دو حصوں اور دس فصول پر مشتمل ہے اور ہر حصے میں پانچ فصول ہیں۔ پہلے حصے کا موضوع قرآن مجید میں نسخ کا تصور ہے۔ پہلا حصہ قرآن مجید اور شرعی علوم کے تعارف کے بارے میں ہے اور اس کا عنوان The Quran and Islamic Legal Sciences ہے۔ پہلی فصل کا عنوان تعارف (Introduction) جبکہ دوسری کا شرعی علوم کا تعارف (The Islamic Legal Sciences) ہے۔ تیسری اور چوتھی فصل نسخ The sub-science of Naskh اور The background to the emergence of the third mode of Naskh کے بارے میں ہے۔ پانچویں فصل مصحف

(The Mushaf: an incomplete record of the Quran) کے عنوان سے ہے۔ پہلے حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں نسخ کا تصور مسلمان علماء کا وضع کردہ ہے۔

دوسرے حصے کا عنوان تاریخ نص قرآن (The History of the collection of the Quran Text) ہے۔ پہلی فصل جمع اول (The first collection) جبکہ دوسری جمع عثمانی (The Uthman collection) کے عنوان سے ہے۔ آٹھویں فصل جمع قرآن کا جائزہ (The Quran collections: a review) اور نویں اسنادِ قرآن (The isnad of the Quran) کے عنوان سے ہے۔ دسویں فصل عمومی نتائج (General Conclusions) کے بارے میں ہے۔

جان برٹن کا قرآن مجید کے بارے میں نقطہ نظر بہت ہی عجیب ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم شاخت اور گولڈ زیہر کے منہج تحقیق حدیث کی روشنی میں ان روایات کا جائزہ لیں [۴] جو مسلمان اہل علم نے قرآن مجید کی تدوین و تاریخ کے عنوان سے نقل کی ہیں تو وہ تمام موضوع (fabricated) اور من گھڑت قرار پاتی ہیں۔ [۵] اس کا کہنا یہ ہے کہ آج ہمارے ہاتھوں میں جو مصحف موجود ہے یہ محمد ﷺ کا مصحف ہے۔ وہ روایات جو یہ بیان کرتی ہیں کہ قرآن مجید ما بین الدَّفَّتَین اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں موجود نہیں تھا اور پہلی مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کتابی صورت میں مرتب ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کو ایک رسم پر جمع کیا تو یہ جمیع روایات موضوع ہیں۔ جان برٹن کی کتاب کا آخری جملہ یہ ہے:

" What we have today in our hands is the Mushaf of Muhammad. " [۶]

''ہمارے ہاتھوں میں آج جو مصحف موجود ہے یہ محمد ﷺ کا لکھا ہوا ہے۔''

اس کے موقف کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں ایک مصحف اپنے پاس لکھ کر رکھا ہوا تھا جس کی گاہے بگاہے وہ تہذیب (editing) بھی کرتے رہتے تھے۔ اس کا کہنا یہ ہے بعض اوقات محمد ﷺ نازل شدہ وحی کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھ پاتے تھے یا بعض آیات کے تفصیلی مضامین کو وہ اختصار سے بیان کرنا چاہتے تھے جس کے لیے وہ قرآن مجید کو ایڈٹ کرتے رہتے تھے۔ اور سبعہ احرف کے اختلافات کی حقیقت بھی یہی ہے۔ جان برٹن کا کہنا یہ ہے کہ متاخرین مسلمان اہل علم نے یہ نقطہ نظر عام کیا ہے کہ قرآن مجید کی تدوین و تالیف صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی ہے اور اس نظریہ کی تخلیق کی ضرورت انہیں اس لیے محسوس ہوئی کہ انہیں اپنے بعض فقہی نقطہ ہائے نظر کے لیے کوئی دلیل چاہیے تھی' مثلاً رجم کی حد کا مسئلہ۔ [۷] جب رجم کی سزا کا اثبات فقہاء قرآن مجید سے نہ کر پائے تو انہوں نے نسخ کا تصور وضع (create) کیا [۸] اور کہا کہ رجم کی آیات قرآن میں پہلے موجود تھیں جبکہ بعد میں ان کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ اب مسلمان فقہاء کے لیے چونکہ قرآن مجید میں اضافہ تو ممکن نہ تھا لیکن یہ کہنا ان کے لیے آسان تھا کہ وہ اپنے بہت سے فقہی مسائل کو یہ بنیاد فراہم کر دیں کہ ان کے دلائل کو بیان کرنی والی آیات منسوخ التلاوۃ ہیں [۹] جیسا کہ انہوں نے عرضہ اخیرہ میں بہت سی قراءات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ نسخ کا تصور وضع کرنے کے بعد انہی فقہاء نے یہ کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی زندگی میں اس لیے قرآن مجید کو ایک کتابی صورت نہیں دے سکے کہ وحی نازل ہو رہی تھی اور ابھی نسخ کا امکان موجود تھا۔ [۱۰]

ابن وراق Ibn Warraq (پیدائش ۱۹۴۶ء)

ابن وراق Ibn Warraq (پیدائش ۱۹۴۶ء) ایک قلمی نام ہے جو اسلام اور قرآن مجید پر تنقید کے حوالہ سے معروف ہے۔ ابن وراق انڈیا میں پیدا ہوا اور اس کی فیملی نے پاکستان بننے کے بعد وہاں سے کراچی ہجرت کی۔ پیدائشی طور مسلمان تھا' بعد ازاں دہریہ بن گیا۔ ۱۹ سال کی عمر میں اسکاٹ لینڈ میں یونیورسٹی آف ایڈنبرگ میں منٹگمری واٹ کی شاگردی میں فلاسفی' علوم اسلامیہ اور عربی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ گریجویشن کے بعد لندن میں ہی ایک پرائمری اسکول میں تدریس شروع کی۔ ۱۹۸۲ء میں اس نے فرانس ہجرت کی اور وہاں ایک انڈین ریسٹورنٹ چلانا شروع کیا۔ ۱۹۸۸ء میں سلمان رشدی کی کتاب The Satanic Verses اور اس پر مسلم دنیا کا ردعمل سامنے آیا تو ابن وراق نے Free Inquiry Magazine میں ?Why I am not a Muslim کے نام سے آرٹیکل لکھنا شروع کیے۔ ابن وراق اپنے آپ کو ایک دہریہ (atheist) یا تشکیک پسند (agnostic) قرار دیتا ہے۔

ابن وراق Secularisation of Islamic Society Institute for the کا بانی ہے۔ کئی ایک کتابوں کا مصنف ہے جن میں ?Why I am not a Muslim ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔ ۱۹۹۸ء میں اس نے The Origins of the Quran کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ علاوہ ازیں ایک کتاب ۲۰۰۰ء میں The Quest for the Historical Muhammad کے نام سے بھی شائع ہوئی۔

ابن وراق نے اپنی کتاب The Origins of The Koran: Classic Essays on Islam's Holy Book میں دو صدیوں کے ۱۳ مستشرقین کے قرآن مجید پر تنقیدی مضامین کو جمع کر کے شائع کیا ہے۔ اس تالیف میں قرآن مجید کے ناقدین میں ابن وراق کے علاوہ تھیوڈور نولڈکے Theodor Noldeke' لیون کایتانے Leone Caetani (۱۸۶۹۔۱۹۳۵ء)' الفانسے منگانا Alphonse Mingana (۱۸۷۸۔۱۹۳۷ء)' آرتھر جیفری Arthur Jeffery' ڈیوڈ سموئیل مارگولیتھ David Samuel Margoliouth (۱۸۵۸۔۱۹۴۰ء)' ولیم سینٹ کلیر تسدال William St. Clair Tisdall' ابراہام گائیگر Abraham Geiger (۱۸۱۰۔۱۸۷۴ء)' چارلس ٹوری Charles Cutler Torrey (۱۸۶۳۔۱۹۵۶ء) اور اینڈریو رپن (Andrew Rippin) (پیدائش ۱۹۵۰ء) شامل ہیں۔

مستشرقین کے نزدیک قرآن مجید کے مصادر

قرآن مجید کے مصادر کے حوالہ سے مستشرقین بھی اسی نوع کے اختلاف میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ جس کا شکار مشرکین مکہ تھے۔ خود قرآن مجید ہی کے بیان کے مطابق اس کے اولین مخاطبین میں سے ایک جماعت نے اسے شعر قرار دیا ہے تو دوسری نے سحر' بعض نے کاہنوں کا کلام اور بعض نے تورات وانجیل کا خلاصہ کہا۔ لیکن قرآن مجید ان سب دعاوی کے جواب میں ناقدین کو صرف اتنا کہہ کر مسکت جواب دے دیتا ہے کہ اس جیسی کوئی ایک آیت ہی لے آؤ۔ شعر' جادو' کہانت اور سابقہ الہامی کتب سے اخذ واستفادہ کی صلاحیت ایک عام شاعر' ساحر' کاہن' پادری اور ربی میں بھی ہوتی ہے۔ اگر یہ جادو' کہانت' شعر یا الہامی کتب سے اخذ واستفادہ ہے تو تم

اس کلام کے جیسی ایک سورت یا آیت ہی لے آؤ تو تمہارا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔ (۱۱)

(ا) **جاہلی شاعری**: مستشرقین کی ایک جماعت نے شعر جاہلی کو قرآن کا ایک اہم مصدر قرار دیا ہے۔ کلیر تسدلال نے اپنی کتاب کے حواشی میں اس بارے مفصل بحث کی ہے۔ اس کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے امیہ بن ابی صلت اور امرؤ القیس کے اشعار سے استفادہ کرتے ہوئے قرآن وضع کیا ہے۔ (۱۲) تسدال نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں کچھ ایسے اشعار بھی نقل کیے ہیں کہ جن میں اور قرآن مجید کے اسلوب کلام میں مشابہت پائی جاتی ہے، مثلاً تسدال کے بقول امیہ کے اشعار ہیں:

ويوم موعدهم أن يحشروا زمرا	يوم التغابن إذ لا ينفع الحذر
مستوسقين مع الداعي كأنهم	رجل الجراد زفته الريح منتشر
وأبرزوا بصعيد مستوجرز	وأنزل والميزان والزبر
فمنهم فرح راض بمبعثه	وآخرون عصوا مأواهم سقر
يقول خزانها ما كان عندكم	ألم يكن جاء كم من ربكم نذر
قالوا: بلى فتبعنا فتية بطروا	وعزنا طول هذا العيش والعمر (۱۳)

اسی طرح تسدال نے کہا ہے کہ امرؤ القیس کے درج ذیل اشعار کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ محمد ﷺ نے سورۃ القمر کے مضامین ان سے اخذ کیے ہیں:

دنت الساعة وانشق القمر	عن غزال صاد قلبي ونفر
أحور قد حرت في أوصافه	ناعس الطرف بعينه حور
مر يوم العيد في زينته	فرماني فتعاطى فعقر
بسهام من لحاظ فاتك	فتركني كهشيم المحتظر
وإذا ما غاب عني ساعة	كانت الساعة أدهى وأمر
كتب الحسن على وجنتيه	بسحيق المسك سطرا مختصر
عادة الأقمار يسري في الدجى	فرأيت الليل يسري بالقمر
بالضحى والليل من طرفه	فرقه ذا النور كم شيء زهر
قلت إذا شق العذار خده	دنت الساعة وانشق القمر (۱۴)

درج ذیل اشعار کو بھی امرؤ القیس کے اشعار قرار دیتے ہوئے انہیں قرآن کا ماخذ قرار دیا گیا ہے:

أقبل والعشاق من خلفه	كأنهم من كل حدب ينسلون
وجاء يوم العيد في زينته	لمثل هذا فليعمل العاملون (۱۵)

مسلم اسکالرز کا کہنا یہ ہے کہ اس بات کی کوئی تاریخی دلیل نہیں ہے کہ یہ اشعار امیہ اور امرؤ القیس کے ہیں۔ غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ بنو عباس کے دور کے کسی شاعر کے اشعار ہیں کہ جس نے اپنی شاعری میں قرآنی اسلوب کے ٹانکے لگائے ہیں۔ عربی زبان وادب کی تاریخ کے طلبہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ

اسلامی دور کے بعض شعراء نے اپنے کلام کی نسبت جاہلی شعراء کی طرف بھی کی ہے‘ جیسا کہ ہمیں حماد الراویہ اور خلف الأحمر کے نام ملتے ہیں۔ لہٰذا یہ کوئی بعید نہیں ہے کہ مابعد کے زمانوں کے کسی شاعر نے اپنے کلام میں قرآنی اسلوب کا ٹانکا لگانے کے بعد اس کی نسبت بڑے شعراء کی طرف کر دی ہو۔(۱۶)

امیہ بن ابی صلت طائف کا رہنے والا تھا۔ نزولِ وحی کے زمانے میں یہ شخص موجود تھا اور ۹ ہجری میں اس کی وفات ہوئی ہے۔ اسے بُت پرستی سے بے رغبتی تھی۔ دورِ جاہلیت میں اس کا شمار حنفاء میں ہوتا تھا۔ ایک نبی کے آنے کی خبر بھی دیتا تھا لیکن اسے امید یہ تھی کہ وہ نبی یہ خود ہوگا۔ پس جب اسے اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت کے بارے میں خبر ملی تو حسد کی وجہ سے انکاری ہوا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا شعر پڑھنے کے بعد فرمایا تھا: **آمن لسانه وكفر قلبه** یعنی اس کی زبان مؤمن ہے لیکن دل کافر ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ بھی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امیہ نے نزولِ وحی کا زمانہ پایا ہے اور ۹ ہجری تک زندہ رہا ہے‘ لہٰذا جہاں مستشرقین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید اس کے شعر سے مستفاد ہے وہاں اس بات کا بھی قوی امکان موجود ہے کہ امیہ نے قرآن کے مضامین اور اسالیب کو اپنے اشعار میں نقل کیا ہو‘ جیسا کہ اُس نے تورات وانجیل کے مضامین کو بھی اشعار کی صورت دی ہے۔ پس محض اسی پر اصرار کرنا کہ قرآن مجید امیہ کے اشعار سے مستفاد ہے‘ ڈھٹائی سے کم رویہ نہیں ہے۔

استاذ محمد عبد المنعم خفاجی کا کہنا یہ ہے کہ امیہ اپنے اشعار میں قرآنی اسالیب وتراکیب سے استفادہ کرتا ہے۔ امیہ اپنے اشعار میں اکثر وبیشتر آخرت‘ جنت‘ جہنم اور سابقہ امتوں کے قصص بیان کرتا تھا۔ اس کے اشعار میں بہت سے قصص ایسے ہیں جو تورات وانجیل کے بیان سے کُلی طور مشابہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے قرآن مجید کی طرح تورات وانجیل سے بھی استفادہ کیا ہے۔(۱۷)

مشرکین مکہ‘ جو آپ کو شاعر‘ کاہن اور مجنون کا لقب دینے سے بھی باز نہیں آئے‘ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی امیہ کے اشعار سے مشابہت کو نظر انداز کر دیا ہو۔ عتبہ بن ربیعہ جب سردارانِ قریش کا مطالبہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے اسے قرآن کا کچھ حصہ سنایا تو اس نے واپس آ کر اپنی مجلس میں یہی بیان دیا کہ میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے جو نہ شعر ہے‘ نہ کہانت۔

(۲) عرب حُنفاء: بعض مستشرقین نے دورِ جاہلی میں موجود حنفاء کو بھی قرآن مجید کا ایک مصدر قرار دیا ہے۔ ان کے بقول ان حنفاء کے افکار اور قرآن مجید کے مضامین میں بہت حد تک تشابہ پایا جاتا ہے‘ مثلاً وحدانیت کی دعوت دینا‘ بت پرستی کا انکار‘ وعدو وعید‘ اللہ کو رحمٰن‘ رب اور غفور جیسے ناموں سے پکارنا‘ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرنا اور بعث بعد الموت اور حشر ونشر کا اقرار وغیرہ۔ الائے اسپرنگر کا خیال یہ ہے کہ آپ کی کل فکر زید بن عمرو بن نفیل سے ماخوذ ہے۔

حنفاء دراصل دورِ جاہلیت میں لوگوں کی وہ جماعت تھی جو بت پرستی سے بیزار تھی اور وحدانیت کی طرف مائل تھی‘ لیکن ایسا رجحان رکھنے والے یہ حضرات بھی کسی ایک رائے پر متفق نہ تھے‘ بلکہ ان میں بھی باہم اختلافات تھے۔ اور ان لوگوں کو زبان معروف عرب خطیب قس بن ساعدہ کے کلام نے دی۔ قس بن ساعدہ نے ایک دفعہ

عُکاظ کے میلہ میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

''**كلا بل هو إله واحد، ليس بمولود ولا والد، أعاد وأبدى، وأمات وأحيا، وخلق الذكر والأنثى، رب الآخرة والأولى، أما بعد: فيا معشر إياد، أين ثمود وعاد؟ وأين الآباء والأجداد، وأين العليل والعواد، كل له معاد، يقسم قس بن ساعدة برب العباد، وساطع المهاد، لتحشرن على الانفراد، في يوم التناد، إذ نفخ في الصور، ونقر في الناقور، وأشرقت الأرض، ووعظ الواعظ، فانتبذ القانط والصبر اللاحظ، فويل لمن صدف عن الحق الأشهر، والنور الأزهر، والعرض الأكبر، في يوم الفصل، وميزان العدل، إذا حكم القدير، وشهد النذير، وبعد النصير، وظهر التقصير، ففريق في الجنة وفريق في السعير۔**''(۱۸)

فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ 'عبدالقیس' کے لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور وہ زبان کی فصاحت وبلاغت میں معروف تھے۔ اس وفد نے عیسائیت کو ترک کرتے ہوئے اسلام قبول کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے قس بن ساعدہ کے بارے سوال کیا تو ان میں سے ایک شخص جارود بن معلّٰی نے آپ کو اس کا تعارف کروایا اور آپ کے سامنے اس کا درج بالا خطبہ نقل کیا۔

قرآن مجید بار بار یہ واضح کرتا ہے کہ وہ فصیح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے' جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (یوسف)

''بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم اسے سمجھ سکو۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (النحل)

''اور یہ قرآن مجید فصیح عربی زبان میں ہے۔''

عربی قرآن سے مراد' قرآن مجید کا اہل عرب کے محاورے میں نزول ہے' لہٰذا قرآن مجید اور اہلِ عرب کے اسلوبِ کلام میں چند محاوروں کی مماثلت ایک ممکن امر ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے اے قریش کی جماعت! میں نے آج دین ابراہیمی پر صبح کی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں کیسے عبادت کروں کہ تجھے پسند آجائے تو میں ضرور کرتا لیکن مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر وہ اپنی سواری پر بیٹھے بیٹھے سجدہ کرتے تھے۔(۱۹)

یہ حضرات بیت اللہ کی تعظیم کرتے تھے اور ان کی عبادت سجدہ ہوا کرتی تھی۔ مردار سے اجتناب کرتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے سے منع کرتے تھے۔ ان میں سے بعض نے نصرانیت اور یہودیت اختیار کر لی' جیسا کہ ورقہ بن نوفل' عثمان بن حویرث وغیرہ ہیں اور بعض نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے' جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل' ابی قیس بن اسلت اور عبیداللہ بن جحش کا معاملہ ہے۔ تو جو عیسائی ہو گئے' ان کی تو آپ ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام مخالفت کر رہا ہے' لہٰذا وہ کیسے اسلام یا قرآن مجید کے مصادر بن گئے؟ اور

جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کا اسلام قبول کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسلام کے ماخذ نہیں تھے بلکہ اسلام ان کے لیے ایک مصدر ثابت ہوا۔ (۲۰)

اگرچہ بعض حنفاء سے اللہ کے رسول ﷺ کی ملاقات ثابت ہے لیکن یہ اتفاقی ملاقات تھی اور اس ملاقات کو مبالغہ آمیز بیانات کے ذریعے آپ کو ان کا کوئی باقاعدہ شاگرد ثابت کرنا خلافِ حقیقت اور دھاندلی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ورقہ بن نوفل سے دو دفعہ کی آپ کی ملاقات کا ذکر ہمیں تاریخی روایات میں ملتا ہے۔ ایک دفعہ پہلی وحی کے نازل ہونے کے موقع پر حضرت خدیجہ ؓ آپ کو ان کی خدمت میں لے گئیں اور دوسری دفعہ راستے میں ملاقات ہوئی تھی جس میں اس نے آپ کے سر مبارک کا بوسہ لیا اور کہا کہ آپ اس امت کے نبی ہیں اور اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ کاش وہ اس وقت تک زندہ رہے جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی اور وہ اس وقت آپ کی مدد کرے۔ (۲۱)

ادنیٰ سے غور و فکر سے ان حنفاء اور قرآن مجید جیسے کلام میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید ایک مکمل نظام حیات کو بیان کر رہا ہے' ایک جامع شریعت ہے۔ عقائد' عبادات' عائلی زندگی' معاشرت' معیشت اور سیاست وغیرہ سے متعلق ایک مکمل فکر پیش کرتا ہے۔ اس مفصل و جامع اور فصیح و بلیغ کلام' کہ جس کا مقابل لانے سے اہل عرب قاصر تھے' کو دو چار جملوں کی مشابہت کی وجہ سے حنفاء کے کلام سے ماخوذ قرار دینا دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔ قس بن ساعدہ نے ہجرت سے ۲۳ برس قبل ۶۰۰ء کے لگ بھگ وفات پائی ہے۔ جب فتح مکہ کے موقع پر اس کے قبیلہ 'ایاد' کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتلایا کہ اس کی وفات ہو چکی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ میں نے اسے ایک مرتبہ عکاظ کے بازار میں خطبہ دیتے دیکھا تھا لیکن مجھے اس کے الفاظ یاد نہیں ہیں۔ اس پر ایک اعرابی نے کہا کہ مجھے یاد ہے اور اس نے اس خطبہ کو وہاں آپ کی مجلس میں نقل کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپؐ نے اس خطبہ کے الفاظ دہرائے لیکن ان الفاظ میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو قرآن مجید کے ذخیرۂ الفاظ میں سے ہو۔ (۲۲) ان حنفاء میں سے ایسے بھی ہیں جو ایک نبی کے آنے کی خبر دے رہے ہیں اور اس کی نصرت و حمایت کے داعی و مشتاق ہیں' جیسا کہ اُمیہ بن ابی صلت کا معاملہ ہے۔

(۳) تورات و انجیل: جرمن یہودی مستشرق ابراہیم گائیگر (۱۸۱۰۔۱۸۷۴ء) کا خیال ہے کہ قرآن مجید انجیل سے متاثر ہے۔ اس نے اس خیال کا اظہار ۱۸۳۳ء میں اپنی ایک تحریر Was hat Mohammed aus dem Judentume aufgenommen? میں کیا۔ فیلپ ہٹی Philip Khuri Hitti (۱۸۸۶۔۱۹۷۸ء) نے اپنی کتاب Islam and the West: A Historical Cultural Survey میں قرآن مجید کے مصادر میں یہودیت' عیسائیت اور عرب مشرکین کو بیان کیا ہے۔ (۲۳)

مستشرقین جہاں انجیل یا عیسائیت کو اسلام اور قرآن مجید کا ایک مصدر گردانتے ہیں تو وہاں ان کے لیے ایک سوال یہ ہے کہ عیسائیت تو مکہ یا اس کے گرد و نواح میں موجود نہیں تھی تو محمد ﷺ نے عیسائی افکار کہاں سے معلوم کیے؟ پس جب عیسائی موجود نہیں تھے تو انجیل کہاں سے ہو گی؟ رچرڈ بیل نے کہا ہے کہ اگرچہ ایسی تاریخی

روایات تو ملتی ہیں کہ بیت اللہ کی دیوار پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر موجود تھی لیکن اس بات کے کوئی شواہد موجود نہیں ہیں کہ مکہ یا اس کے گرد و نواح میں عیسائی موجود تھے۔(۲۴) ڈاکٹر ہیملٹن گِب Hamilton Alexander Rosskeen Gibb (۱۸۹۵۔۱۹۷۱ء) نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مکہ سے تجارتی قافلے یمن جایا کرتے تھے اور دونوں شہروں میں ایک باہمی تجارتی تعلق بھی موجود تھا۔ انہی قافلوں کے ذریعے عیسائی تعلیمات و افکار مکہ پہنچے اور انہیں محمد ﷺ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں ایڈجسٹ کیا۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ قرآن مجید کے ذخیرۂ الفاظ سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یمن کے عیسائی افکار تجارتی قافلوں کے راستے مکہ پہنچ چکے تھے۔(۲۵)

قرآن مجید نے بہت سے بیانات میں اناجیل کی مخالفت کی ہے' جیسا کہ انجیل واحد کا اثبات' تثلیث کی نفی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی نفی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب دیے جانے کی نفی وغیرہ۔ اگر تو قرآن مجید ان اناجیل کا ناقل ہی ہوتا تو بہت سے مقامات پر ان سے اختلاف نہ کرتا۔(۲۶) علم تاریخ کی روشنی میں کوئی ایسی علامت موجود نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں انجیل کا عربی ترجمہ موجود تھا۔ مشرکین مکہ نے بھی آپ پر یہ اعتراض وارد کیا تھا کہ کوئی عیسائی معلم آپ کو تعلیم دیتا ہے' لیکن جسے آپ ﷺ کا معلم قرار دیا جاتا تھا' اس کی زبان عجمی تھی اور قرآن فصیح عربی زبان میں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۰۳﴾ (النحل)

''اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ مشرکین کہتے ہیں کہ اس (محمد ﷺ) کو اس قرآن کی تعلیم ایک شخص دیتا ہے۔ جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن مجید فصیح عربی زبان میں ہے۔''

اسی طرح قرآن مجید کے جو مصادر بیان کیے جاتے ہیں یعنی تورات و انجیل' ان کے قدیم ترین نسخے عبرانی اور یونانی میں تھے اور یہ دونوں زبانیں اہل عرب کے لیے اجنبی تھیں۔ بائبل کا قدیم ترین عربی ترجمہ نویں صدی عیسوی میں ہوا' یعنی اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے تقریباً دوسو سال بعد۔(۲۷)

قرآنی نص پر مستشرقین کے اعتراضات

مستشرقین کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ ہمیں محمد ﷺ کے صدق و امانت میں کوئی شک نہیں ہے اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ ایک عبقری انسان اور عظیم مصلح تھے' لیکن انہیں جو الہامات وحی کی صورت میں ہوتے تھے وہ کسی عالم غیب یا ماورائی دنیا سے نہ تھے یا آسمانی الفاظ میں آسمانی پیغام نہ تھا بلکہ یہ ان کے اپنے نفس' وجود اور شعور کی گہرائیوں سے پیدا ہونے والے چند پیغامات تھے جنہیں ان کی پاکیزہ و عالی طبیعت' وسیع و عمیق احساس اور ذوقِ سلیم نے آسمان سے نازل ہونے والی وحی سمجھ لیا۔ وحی کی حقیقت کے بارے میں اس قسم کے خیالات کا اظہار ہیملٹن گب نے کیا ہے۔ گب نے وحی قرآنی کو Muhammad's Utterances قرار دیا۔ اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ مکی قرآن کا اسلوبِ بیان کاہنوں سے ملتا جلتا ہے۔(۲۸) اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ خدا خوفی یا آخرت کا ڈر ایک ایسا ہتھیار تھا جسے محمد ﷺ آخر دم تک اپنے مخالفین کو دھمکانے کے لیے استعمال کرتے رہے۔(۲۹) جرمن مستشرق بروکلمان Carl Brockelmann (۱۸۶۸۔۱۹۵۶ء) نے بھی کہا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنی دعوت میں

کاہنوں کا اسلوب اختیار کیا ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کاہنوں کے اسلوبِ کلام کی مذمت کی ہے' جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے واضح ہے۔(۳۰) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝﴾ (الطور)

''پس (اے نبی ﷺ!) آپ نصیحت کرتے رہیں' آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ ہی مجنون۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝﴾ (الحاقة)

''اور یہ قرآن مجید کسی شاعر کا کلام نہیں ہے' مگر تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔ اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا کلام ہے' مگر تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر نبیؐ نے [بفرضِ محال] ہم پر جھوٹ گھڑا ہوتا تو ہم انہیں داہنے ہاتھ سے پکڑ تے۔''

جو مستشرقین خدا کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کے لیے اس شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ گھڑے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی پکڑ میں نہیں لے گا۔ آپ ﷺ کی دُنیوی کامیابیاں بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ جس کلام کی نسبت آپ اللہ کی طرف کر رہے تھے' وہ واقعتاً اللہ ہی کی طرف سے نازل شدہ کلام تھا۔

آسٹرین مستشرق الائے اسپرنگر Aloys Sprenger (۱۸۱۳۔۱۸۹۳ء) کا خیال ہے کہ غارِ حراء میں تنہائی کی ریاضتوں نے محمد ﷺ کی قوتِ تخیل کو بڑھا دیا تھا جس کی وجہ سے انہیں یہ غلط فہمی لاحق ہوئی کہ کوئی فرشتہ آسمانوں سے ان کے پاس وحی لے کر نازل ہوا ہے۔(۳۱) اس نے حالتِ وحی کو مرگی کی حالت سے تشبیہہ دی ہے اور بعض نے تو اسے ہسٹیریا قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ وحی کی کیفیت کے دوران آپ کا جسم بھاری ہو جاتا' آپ کے پسینے چھوٹ جاتے اور آپ پر نیند کی سی کیفیت طاری ہو جاتی اور آپ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کی کوشش کرتے۔ روایسٹن پائیک Royston Pike کا کہنا ہے کہ محمد ﷺ کو عجیب و غریب آوازیں سنائی دیتی تھیں' بعض اوقات وہ کانپنا بھی شروع ہو جاتے تھے' سخت سردی میں انہیں پسینہ آجاتا۔(۳۲) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مصنف الفرڈ ویلچ Alford T. Welch کا خیال ہے کہ قرآن محمد ﷺ کے فکری ارتقاء کا دوسرا نام ہے۔(۳۳) میکسم روڈنسن Maxime Rodinson (۱۹۱۵۔۲۰۰۴ء) نے قرآن مجید کو سمعی بصری خطائے حس (auditory visual hallucination) قرار دیا۔(۳۴)

سوال تو یہ ہے کہ کیا کسی ایسی بیماری کے حاملین' حاملِ شریعت (law giver) یا سربراہ ریاست ہو سکتے ہیں؟ جبکہ یہ بھی بالکل واضح ہے کہ یہ بیماری فکری صلاحیتوں کے مٹانے' حافظے کے نقصان اور مزاج کے بگاڑ وغیرہ کا باعث ہے' جبکہ اللہ کے رسول ﷺ کی فکری صلاحیت اور سیاسی بصیرت اس دعویٰ کا انکار کر رہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝﴾ (القلم)

''(اے نبی ﷺ!) آپ اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں۔''

ولیم میور کا کہنا ہے کہ محمد ﷺ عرب معاشرے کی پست اقدار سے تنگ تھے' لہٰذا آپ غور وفکر اور مراقبوں کی طرف مائل ہوئے' جس کے نتیجے میں آپ نے خدا' انسان' آخرت اور خیر وشر کے بارے میں کچھ تصورات کو شاعری یا خود گوئی (poetry and soliloquy) کی صورت میں بیان کرنا شروع کیا۔ لیکن جب مخاطبین نے یہ کہا کہ ایک پیغمبر زیادہ اس لائق ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے تو محمد ﷺ نے اپنی پوزیشن پر غور کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ یہ خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے اور انہوں نے اس ذہنی کیفیت میں کچھ عجیب سا منظر (apparition) دیکھا جسے انہوں نے فرشتے سے تعبیر کیا اور وہ مسلسل ایسا کلام پیش کرتے رہے جو ان کے دل ودماغ میں موجود بیماری کی حد تک بڑھے ہوئے جوش وجذبے کے نتیجے میں نیم مدہوشی کے عالم میں ان سے صادر ہوتا تھا۔ (۳۵) ولیم میور کے اعتراضات کا جواب سر سید احمد خان نے اپنی کتاب 'خطبات احمدیہ' میں دیا ہے جو ۱۹۰۰ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی اور اس کا انگریزی ترجمہ ۷۰-۱۸۶۹ء میں لندن سے شائع ہوا تھا۔

رچرڈ بیل' مارگولیتھ اور منٹگمری واٹ کا کہنا ہے کہ محمد ﷺ نے پہلے اللہ کو دیکھنے اور براہِ راست وحی وصول کرنے کا دعویٰ کیا جبکہ جبرائیل کے واسطے کا تصور بعد میں متعارف کروایا گیا۔ وحی سے مراد تجویز یا الہام (suggestion or inspiration) ہے نہ کہ لفظی تبادلہ خیال۔ (۳۶) دوسری طرف منٹگمری واٹ کا کہنا یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کو محمد ﷺ کی ذاتی تصنیف قرار دینا درست نہیں ہے' کیونکہ آپ کا یقین کامل تھا کہ آپ اپنی سوچ اور وحی میں فرق کر سکتے تھے۔ (۳۷) لیکن ساتھ ہی اس کا خیال یہ بھی ہے کہ قرآن مجید الفاظ کے بغیر فکری تبادلہ خیال (simple communication of thought without words) کی کوئی صورت ہے۔ (۳۸) حالانکہ قرآن مجید میں ۱۲۵ مقامات ایسے ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ نازل شدہ کلام ہے۔ اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ جو نازل ہوا ہے وہ متعین الفاظ ہیں نہ کہ کوئی خیال' سوچ یا الہام۔ ایک اور مقام پر منٹگمری واٹ نے وحی کو Creative Imagination اور Collective Unconscious قرار دیا ہے۔ (۳۹) اس کے بقول اللہ کے رسول ﷺ نے ورقہ بن نوفل سے ملاقات کے دوران عیسائیت کی تعلیم کے ذریعے اصلی رسالت کے پیغام کو سمجھا اور اسے اپنے تخیل وفکر کی قوت سے پروان چڑھایا۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو مخلص تو قرار دیتا ہے لیکن غلط فہمی میں مبتلا بھی قرار دیتا ہے۔ اس کے بقول ایک مخلص شخص بھی غلط ہو سکتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ محمد ﷺ نے جس وحی کو خارج سے کوئی آسمانی پیغام سمجھا وہ دراصل ان کے شعور کی آواز تھی۔ (۴۰)

مستشرقین کے اس اعتراض پر سوال یہ ہے کہ اگر یہ کلام انسانی تخیل یا اجتماعی لاشعور یا انسانی تخلیق تھا تو قرآن مجید نے جب اس جیسا کلام لانے کا چیلنج دیا تو اہل عرب کی اکثریت فصیح اللسان ہونے کے باوجود اس جیسا کلام کیوں نہ لا سکی؟ امر واقعہ یہ ہے کہ مستشرقین کے جمیع اعتراضات وہی ہیں جو ان سے بہت پہلے مشرکین مکہ کر چکے تھے اور ان کا کافی وشافی جواب بھی انہیں خود قرآن ہی دے چکا تھا۔ سورۃ العنکبوت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝﴾

''(اے نبی ﷺ!) آپ قرآن مجید کے نزول سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے داہنے

ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو قرآن مجید کو باطل قرار دینے والے ضرور شک میں پڑ جاتے (یعنی اس صورت ان کے شک میں پڑنے کی گنجائش موجود تھی)۔‘‘

بعض مستشرقین نے قرآن پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ اس میں کمی بیشی ہوئی ہے‘ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین شامل نہیں تھیں اور وہ کہا کرتے تھے کہ معوذتین قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔ حالانکہ امام عاصم نے زر بن حبیش کی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو قراءت نقل کی ہے‘ اس میں فاتحہ اور معوذتین دونوں موجود ہیں۔ بعض مستشرقین نے یہ بھی کہا ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسی سورتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو موجودہ قرآن میں نہیں ہیں‘ جیسا کہ سورۃ الخلع‘ سورۃ الحفد اور قنوت وغیرہ۔ جبکہ امام نافع نے جو قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے‘ اس میں یہ سورتیں موجود نہیں ہیں۔

بعض مستشرقین کا کہنا یہ بھی ہے کہ قرآن مجید سے مُتعہ‘ اہل بیت کی فضیلت و ولایت سے متعلق بعض آیات یا سورتیں حذف کر دی گئیں۔ ان کے بقول حسین طبرسی کی کتاب **’فصل الخطاب فی إثبات تحریف کتاب ربّ الأرباب‘**‘ مطبوعہ ۱۲۸۹ء‘ ایران میں شیعہ علماء کی سینکڑوں ایسی نصوص جمع کی گئی ہیں کہ جن میں قرآن مجید میں کمی بیشی کا اثبات کیا گیا ہے۔ مفید نے اپنی کتاب تحریف القرآن‘ مجلسی نے تذکرۂ ائمہ‘ کلینی نے اصول کافی‘ قمی نے تفسیر قمی وغیرہ میں بعض آیات میں تحریف کا اثبات کیا ہے۔ بعض شیعہ علماء نے اس نقطہ نظر کا شدت سے رد بھی کیا ہے‘ جیسا کہ امام طبرسی نے **’مجمع البیان لعلوم القرآن‘** میں قرآن میں تحریف کے عقیدہ کی اہل تشیع کی طرف نسبت کا سختی سے رد کیا ہے۔

گاٹ ہیلف برگ ٹریسر Gotthelf Bergstrasser (۱۸۸۶۔۱۹۳۳ء)‘ تھیوڈور نولڈکے‘ آرتھر جیفری اور جوزف شاخت وغیرہ کا خیال ہے کہ قرآن میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو غیر عربی ہیں یا دوسری زبانوں مثلاً فارسی‘ حبشی‘ آرامی‘ یونانی اور لاطینی وغیرہ سے مستعار ہیں۔ برگ ٹریسر نے رمان‘ سوق‘ زیت‘ سبیل‘ خمر‘ کتاب‘ مرجان‘ تفسیر‘ باب‘ زجاج‘ رحمان‘ قیوم‘ سکین‘ خاتم‘ فرقان‘ سلطان‘ عالم‘ صلی‘ صام‘ زکاۃ‘ عبد‘ کفر‘ تاب وغیرہ کو آرامی سے مستعار قرار دیا ہے۔(۴۱) اسی طرح نولڈکے کا خیال ہے کہ قرآنی اصطلاح نبی عبرانی‘ دین فارسی اور ملت آرامی زبانوں سے ماخوذ ہیں۔(۴۲) اسی طرح اس نے اُمّی‘ اَساطیر‘ فرقان‘ نسخ‘ منافق‘ الرحمٰن‘ مثانی وغیرہ کو بھی غیر عربی الفاظ قرار دیا ہے۔(۴۳) درست بات تو یہ ہے کہ آرامی بھی عربی زبان کا ایک لہجہ ہی ہے جو ناپید ہو چکا ہے۔

امام شافعی‘ امام طبری‘ ابن فارس‘ امام سیوطی‘ قاضی ابوبکر رحمہم اللہ کا موقف تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی بھی عجمی لفظ موجود نہیں ہے‘ کیونکہ قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ فصیح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ قرآن میں جو دوسری زبانوں کے الفاظ موجود ہیں تو وہ اتفاقی مماثلت ہے۔(۴۴)

ڈاکٹر حسن ضیاء الدین عتر نے اپنی کتاب **’نقاء القرآن من الکلام الأعجمی‘** میں یہ کہا ہے کہ عربی زبان چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے بھی پہلے سے چلی آ رہی ہے لہٰذا اس زبان میں مستعمل جن الفاظ کی اصل‘ مصدر یا اشتقاق موجود نہیں ہے تو یہ ایسے الفاظ ہیں جن کے مصادر یا اشتقاقات وقت کے ساتھ متروک

ہو گئے‘ جبکہ یہ الفاظ باقی رہے۔ ایسی تحقیقات سے مستشرقین یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نہ صرف غیر عربی زبانیں سیکھا کرتے تھے بلکہ ان سے اچھی طرح واقف بھی تھے۔

آرتھر جیفری نے کہا ہے کہ مصحف عثمانی چونکہ نقاط‘ اعراب اور حرکات کے بغیر تھا لہٰذا ایک ہی لفظ کو ایک قاری ’یعلمه‘ پڑھتا اور دوسرا ’نعلمه‘۔ کچھ ’تعلمه‘ پڑھتے تو کچھ ’بعلمه‘۔ یہی بات اس سے پہلے گولڈ زیہر بھی کر چکا تھا۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ رسم کے تابع ہیں‘ یعنی رسم سے جتنی قراءات نکل سکتی تھیں وہ قراء نے نکال لیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ رسم قراءت کے تابع ہے۔ مسلمان علماء میں سے ابن مقسم (متوفی ۳۵۴ھ) کا یہ خیال تھا کہ اگر کسی قراءت کی گنجائش رسم مصحف سے نکلتی ہو اور عربی زبان کے قواعد کے موافق ہو‘ خواہ اس کی سند نہ بھی ہو تو ایسی قراءت جائز ہے۔ جبکہ ابن شنبوذ (متوفی ۳۲۸ھ) کا کہنا تھا کہ محض سند پر اعتماد کرنا چاہیے‘ یعنی اگر کسی قراءت کی سند مل جائے تو چاہے وہ رسم مصحف کے مطابق نہ بھی ہو تو بھی اسے پڑھنا جائز ہے۔ (۴۵) حالانکہ ایسی قراءات میں یہ احتمال موجود ہوتا ہے کہ وہ عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی ہوں۔ ابن شنبوذ اور ابن مقسم سے سلطان نے علماء و فقہاء کی موجودگی میں توبہ کروائی تھی اور ان کی توبہ باقاعدہ لکھی بھی گئی تھی۔ (۴۶)

مصادر و مراجع

(1) Since its first publication in 1955, the interpretation by A.J. Arberry has continued to be a vital influence over the decades. Today, it has come to be regarded as one of the most authoritative, faithful, fluid, and readable interpretations of the Qur'an, recommended by academics and general readers alike. Rendered into accessible English verse, this text continues to be praised for its language, literary quality, and its even-handed approach, making it valuable not only for those new to the Qur'an, but also for bilingual Muslims, non-Arabic-speaking students of the Qur'an, and a wide range of other readers. http://www.oxfordislamicstudies.com/Public/book_tki.html

(۲) حسن سعيد غزالة الدكتور‘ أساليب المستشرقين فى ترجمة معانى القرآن الكريم دراسة أسلوبية لترجمتى سيل و آربرى لمعانى القرآن الكريم إلى الإنجليزية‘ ص۱۸‘ طبعة إلكترونية تنزيلها من:
http://www.muslim-library.com/book,838,1.html

(3) John Edward Wansbrough, Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation, Prometheus Books, 2004, pp. 122-227.

(4) Their accounts will be re-examined in the light of studies by GoldZiher and Schacht. (John Burton, The Collection of The Qu'ran, Cambridge University Press, 1979, p.5)

(5) The reports are a mass of confusions, contradictions and inconsistencies. by their nature, thet represent the product of a lengthy process of evolution,

accrtion and improvement. (Ibid, p. 225)

(6) Ibid, pp. 239-240.

(7) The Kernel of our problem is that the majority of the madahib are unanimously of the view that in certain circumstances, the penality for adultery is death by stoning. Now, we know that this penality is not only nowhere mentioned in our texts of the Quran, it is totally incompatible with the penality that is mentioned.(Ibid, p. 72)

(8) The exclusion of the Prophet from the collection of the Quran was a prime desideratum of the Usulis wrestling with the serious problems generated by some of their own theoratical positions. (Ibid, p. 160)

(9) The motives underlying the Uthman collection of the Quran have been shown to derive from the schools' attempts to smuggle into the Quran texts unwarranted interpolations designed to support local opinion on certain debated topics and calculated to swing the argument in their favour. (Ibid, p. 239)

(10) The exclusion of the Prophet from the task of the collecting and promulgating the revalations has been rationalised into the very impossibility of the doing so, on the ground that as long as he remained alive, a safe and certain recension of the valid revalations was unthinkable. With naskh a daily possibility, the extent to which the Quran would continue to have valid applicabilityfor the law could confidently be recognised only with the Prpphet dead and silent. (Ibid, p. 232)

(١١) البقرة:١٢٣‘ یونس:٣٨‘ الإسراء:٨٨‘ الطور:٣٤۔

(12) It is sometimes said in the East at the present day that Muhammad not only adopted many of the ancient habits and religions rites of the heathen Arabs and incorporated them into Islam, but that he was also guilty of plagiarism in borrowing parts of certain verses of Imrau'l Qais, an ancient Arabic poet. These, it is asserted, may still be found in the Qur'an. I have even heard a story to the effect that one day when Fatimah, Muhammad's daughter, was reciting the verse "The Hour has come near and the Moon has split asunder" (Surah LIV., Al Qamar, 1), a daughter of the poet was present and said to her "That is a verse from one of my father's poems, and your father has stolen it and pretended that he received it from God." This tile is probably false, for Imrau'l Qais died about the year 540 of the Christian era, while Muhammad was not born till A.D. 570, "the year of the Elephant."In a lithographed edition of the Mu'allaqat, which I obtained in Persia, however, I found at the end of the whole volume certain Odes there attributed to Imrau'l Qais, though not recognized as his in any other edition

of his poems which I have seen. In these pieces of doubtful authorshipI found the verses quoted below 1. Though they contain some obvious blunders, I think it best to give them without correction. The passages marked with a line above them occur also in the Qur'an (Surah LIV., Al Qamar, 1, 29, 31, 46; Surah XCIII., Adduha', Surah XXI., Al Anbiya 96; Surah XXXVII., As Saffat, 59), except that in some of the words there is a slight difference, though the meaning is the same. It is clear therefore that there is some connexion between these lines and the similar verses of the Qur'an. (John Burton, pp. 47-48)

(13) Ibid, 48.

(14) Ibid.

(15) Ibid.

(١٦) آراء المستشرقين: ٢٥٦۔

(١٧) أيضاً: ص٢٥٦۔٢٦٣۔

(١٨) ابن كثير إسماعيل بن عمرو، البداية والنهاية، دار الفكر، بيروت، ١٩٨٦ء، ٢/٢٣٣۔

(١٩) أيضاً: ٢/٢٣٧۔

(٢٠) آراء المستشرقين: ٢٦٦۔٢٦٧۔

(٢١) أيضاً: ٢٦٧۔

(٢٢) البداية النهاية:٢/٢٣٠۔٢٣١۔

(23) The Sources of the Quranic are unmistakenable: Christian, Jewish and Arab hesthenl.(Philip K. Hitti, Islam and the West: A Historical Cultural Survey, Nwe York: Robert E. Krieger Publishing Company, 1979, p. 15)

(24) 'In spite of traditions to the effect that the picture of Jesus was found on one of the pillars of Ka'aba, there is no good evidence of any seats of Christianity in the Hijaz or in the near neighbourhood of Makkah or even of Medina. (Richard Bell, The Origin of Islam in its Christian Enviorment, London: Frank Cass and Company Limited, 1968, p. 42.)

(25) In view of the close commercial relation between Mecca and Yemen it would be natural to assume that some religious ideas were carried to Mecca with the caravans of spices and woven stuffs, and there are details of vocabulary in the Quran which give colour to this assumption. H. A. R. Gibb, Mohammadanism: A Historical Survey, London: Oxford university Press, 1961, pp. 37-38.)

(٢٦) الدكتور عبد الحكيم فرحات، إشكالية تأثر القرآن الكريم بالأناجيل فى الفكر الاستشراقى الحديث، ص٢، تحميله من http://al-maktabeh.com/ar/play.php?catsmktba=769

(27) Bible translations into Arabiç Retrieved on 06 July, 2013 from http://en.wikipedia.org/wiki/Bible_translations_into_Arabic.

(28) In the earliest period of his preaching Mohammed's utterances were

delivered in a sinewy oracular style cast into short rhymed phrases, often obscure and sometimes preceded by one or more formal oaths. This style is admittedly that of the ancient kahins or Arabian oracle-mongers, and it is not surprising that Mohammed's opponents should have charged him with being just another such kahin. For this and other reasons his style gradually loosened out into a simpler but still rhetorical prose; and as social denunciations and eschatological visions passed into historical narrative, and that in turn at Medina into legislation and topical addresses, little was left of its original stylistic features but a loose rhyme or assonance marking the end of each verse, now anything from ten to sixty words long.

(Mohammedanism: An Historical Survey, H.A.R Gibb, Oxford University Press, London, 1950, 36-47.)

(29) Whatever may have been the channels through which these ideas reached Mohammed, the fear of God's 'wrath to come' dominated his thought throughout his later life. It was for him not only, nor even chiefly, a weapon with which to threaten his opponents, but the incentive to piety and good works of every kind. (Ibid.)

(۳۰) صحیح البخاری' کتاب الطب' باب الکہانۃ۔

(31) Whereas Springer says that Muhammad (SAWS) meditate in isolation, in this way his power of imagination increased, the fits of epilepsy enhanced, this condition betrayed him and led him to misunderstanding that it was divine revelation.(Dr. Farhat Aziz, International Journal of Humanities and Social Science, Vol. 1, No. 11 [Special Issue – August 2011])

(32) Royston Pike has written about the condition about the condition of revelation that the Muhammad (SAWS) fainted and expressed the most, nonsense views. He says Muhammad (SAWS) heard mysterious voices, he experience strange events, sometimes he (SAWS) began to tremble and then he (SAWS) fainted on his muscles distracted, in the chill cold, his face began to wet due to sweat. (Ibid)

(33) The Qur'an is the name of evolution in the thinking of Muhammad (Ibid)

(34) (Muhammad Mohar Ali, The Quran and the Orientalists, Jam'iyat Ihyaa' Minhaaj al-sunnah, Ipswich, 2004, First Edition, p. 94)

(35) Ibid, p. 135.

(36) Dr. Muhammad Khalifa, The Sublime Quran and Orientalists, International Islamic Publishers, Karachi, 1989, p. 12.

(37) Sometimes he [Muhammad] may have heard the words being spoken to him, but for most part he seems simply to have "found them in his heart". Whatever the precise "manner of revelation"-and several different 'manners'

were listed by Muslim scholars- the important point is that the message was not the product of Muhammad's conscious mind. He believed he could easily distinguish between his own thinking and these revelations. His sincerity in this belief must be accepted by the modern historian, for this alone makes credible the development of a great religion. The further question, however, whether the messages came from Muhammad's unconscious, or the collective unconscious functioning in him, or from some divine source, is beyond the competence of the historian. (The Cambridge History of Islam, Cambridge University Press,1980,Vol.1, p. 31)

(38) The Quran and the Orientalists, p. 173.

(39) Watt, W. M., Muhammad Prophet and Stateman, Oxford University Press, 1964, p. 237-239.

(40) "To say that Muhammad was sincere does not imply that he was correct in his beliefs. A man maybe sincere but mistaken. The modern Westerner has not difficulty in showing how Muhammad may have been mistaken. What seems to a man to come from 'outside himself' may actually come from his unconscious."(Ibid, p. 17)

(٤١) الدكتور مساعد بن سليمان بن ناصر الطيار' الدخيل من اللغات القديمة على القرآن من ظل كتابات بعض المستشرقين: عرض ونقد' ص ٣٣' تحميل الملف من
http://www.ahlalhdeeth.com/vb/showthread.php?t=227146

(٤٢) أيضًا: ص٣٧۔

(٤٣) أيضًا: ص٣٨۔٣٩۔

(٤٤) أيضًا: ص٤٢۔

(٤٥) الدكتور عبد الفتاح إسماعيل شلبى' رسم المصحف وأوهام المستشرقين فى قراء ات القرآن الكريم دوافعها' ودفعها' دار المنايرة' جدة' ص٣١۔

(٤٦) أيضًا: ص ٣٠۔٣١۔

جہاد فی سبیل اللہ
اصل حقیقت' اہمیت ولزوم اور مراحل ومدارج
بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جامع خطاب